

باب 3- سیرت طیبہ

رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی زندگی بعثت تک

حضرت محمد ﷺ 12، جمہور کے نزدیک 9 ربیع الاول 571ء کو مکہ مکرمہ میں حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی پیدائش پر ان کے چچا ابو لہب (جو بعد میں ہمیشہ آپ ﷺ کا بدترین دشمن رہا) نے اس خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ اور والدہ محترمہ نے احمد رکھا۔

1. رضاعت:- پیدائش کے بعد چند روز تک ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا پھر عرب کے رواج کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا گیا جس نے 4 سال بعد آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا۔

2. حضرت آمنہ کی وفات:- 6 برس کی عمر میں حضرت آمنہ آپ ﷺ کو اپنے میکہ مدینہ لے گئیں۔ واپسی پر ابواء کے مقام پر وہ بیمار ہو گئیں اور وہیں رحلت فرمائی۔ ان کی لونڈی ام ایمن آپ ﷺ کو واپس مکہ لے آئیں۔

3. جناب عبدالمطلب کی کفالت:- والدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے شفیق دادا جناب عبدالمطلب نے آپ کی کفالت شروع کر دی وہ آپ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے لیکن 8 برس کی عمر کو پہنچتے ہی شفیق دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔

4. جناب ابوطالب کی سرپرستی:- جناب عبدالمطلب نے اپنی زندگی میں ہی جناب ابوطالب کو آپ ﷺ کا سرپرست بنا دیا۔ وہ آپ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔ اور یوں آپ ﷺ جناب ابوطالب کی سرپرستی میں پرورش پانے لگے۔

5. سفر شام:- جناب ابوطالب کا پیشہ تجارت تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کی عمر مبارک 12 سال کو پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنے چچا کے ہمراہ شام جانے کی خواہش کی۔ جناب ابوطالب آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کو اپنے ہمراہ شام لے گئے۔ بصری کے مقام پر بحیراراہب نے آپ ﷺ میں نبوت کی نشانیاں دیکھ کر جناب ابوطالب سے کہا کہ آپ اسے واپس لے جاؤ ورنہ یہودی اس کو نقصان پہنچائیں گے اور یوں آپ ﷺ مکہ واپس تشریف لے آئے۔ (بعض لوگ اس روایت کو محل نظر سمجھتے ہیں)

6. عالم شباب:- آپ ﷺ اپنے چچا کے زیر سایہ پرورش پا کر آہستہ آہستہ جوانی کی عمر تک

11. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوئیں اور شادی کی پیشکش کی جسے آپ ﷺ نے اپنے چچا کے مشورے سے قبول کر لیا۔ شادی کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 برس تھی۔ اس نکاح کا خطبہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب نے پڑھایا۔ یہ شادی بہت کامیاب رہی۔

12. حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد آپ ﷺ معاشی لحاظ سے پرسکون ہوئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کاروبار کو چھوڑ دیا۔ جناب ابوطالب کی اپنی مالی حالت مستحکم نہ تھی اسی لئے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

13. تعمیر کعبہ اور تنصیب حجر اسود: کعبہ کی عمارت کافی خستہ الحال ہو چکی تھی۔ چنانچہ قریش نے اس کو دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اور تمام لوگوں نے مل کر تعمیر شروع کر دی خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حجر اسود کے نصب کرنے پر قبائل میں اختلاف پیدا ہو گیا اور قریب تھا کہ خونریزی شروع ہو جاتی۔ ہر قبیلہ یہ سعادت خود حاصل کرنا چاہتا تھا۔ حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے معمر و محترم شخص نے یہ فیصلہ کیا کہ کل جو شخص کعبہ میں پہلے داخل ہوگا تو اسے ثالث تسلیم کیا جائے گا چنانچہ اس پر سب متفق ہوئے۔ اگلے دن رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ میں پہلے دیکھ کر پکارا گئے ہمیں صادق و امین کا فیصلہ منظور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی فہم و فراست سے ایک چادر بچھائی اور حجر اسود کو درمیان میں رکھا اور تمام سرداروں سے کہا کہ وہ چادر کو اٹھائیں۔ جب چادر مطلوبہ بلندی پر پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود نصب کر دیا اور یوں آپ ﷺ کی حسن تدبیر سے ایک خونریز جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

14. غار حرا میں عبادت: فکر معاش سے بے پرواہ ہونے کے بعد آپ ﷺ کھانے پینے کا سامان لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز تک عبادت الہی میں مصروف رہتے۔

15. روئے صادقہ: نبوت سے چھ ماہ قبل آپ ﷺ کو سچے خواب آنا شروع ہو گئے۔ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھتے صبح کو اسی طرح سے واقعہ پیش آتا اور یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا یہاں تک کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

4۔ اعلان نبوت اور تبلیغ دین:

ا۔ آغاز وحی:-

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک قمری اعتبار سے چالیس برس کی ہوئی تو روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس غار حرا میں تشریف لائے۔ انہوں نے کہا اقرأ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما انا بقاریء“ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

پہنچے مگر نہ لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ مل کر کھیلے اور نہ ہی جوانی میں جوانوں کی بری صحبت میں بیٹھے بیٹھے بیکار مشاغل اور جاہلیت کی خرافات سے دور رہے۔ اس کے برعکس آپ ﷺ کو لیاقت، ذہانت، فطانت اور فہم و فراست کی بناء پر لوگ صادق و امین کے لقب سے پہچانے لگے۔

7. حرب فجار:- جب عمر مبارک پندرہ برس کو پہنچی تو قیس اور قریش کے درمیان ایک جنگ چھڑ گئی۔ چونکہ یہ جنگ حرمت کے مہینوں میں لڑی گئی اس لئے اس حرب فجار کہا جاتا ہے۔ یہ جنگ چار سال تک جاری رہی اس جنگ میں چونکہ قریش حق پر تھے اس لئے آپ ﷺ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ آپ ﷺ صرف اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے۔ آخر کار یہ جنگ صلح پر ختم ہو گئی۔

8. حلف الفضول:- عرب روز روز کی خانہ جنگی سے تنگ تھے جب انہوں نے حرب فجار میں لوگوں کی تباہی و بربادی دیکھی تو آنحضرت ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب رئیس قریش نے تحریک اصلاح شروع کی۔ چنانچہ عبداللہ بن جدعان کے مکان پر بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تمیم جمع ہوئے اور طے پایا کہ:-

- i- آئندہ آپس میں جنگ و جدل نہیں کریں گے۔
- ii- ملک سے بد امنی دور کریں گے۔
- iii- مسافروں کی حفاظت کریں گے۔
- iv- غریبوں کی امداد کریں گے۔
- v- ظالموں کو ظلم سے روکیں گے۔

اس معاہدے میں تین ایسے اشخاص شریک تھے جن کے ناموں میں لفظ فضل آتا تھا اس لئے اسے حلف الفضول کہا جانے لگا۔ اس معاہدے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:-

”میں ابن جدعان کے ہاں جس معاہدہ میں شامل تھا اگر اس میں شرکت سے منع کرنے پر مجھے سرخ اونٹوں کا ریوڑ دیا جاتا تو اسے قبول نہ کرتا۔“ آج بھی اس قسم کا معاہدہ ہوا اور مجھے شرکت کی دعوت آئے تو میں قبول کرنے میں تامل نہ کروں گا۔

9. کسب معاش:- جب آپ ﷺ پختہ عمر کو پہنچے تو اپنے چچا پر بوجھ بننا پسند نہ فرمایا۔ آغاز میں بکریاں چرا لیں پھر تجارت کے پیشہ کو اختیار فرمایا۔

10. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے تجارت:- مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کی ایک مالدار خاتون تھیں جو لوگوں کو اپنا مال تجارت کے لئے دیا کرتی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اپنا مال دیا اور میسرہ نامی غلام کو بھی ہمراہ کر دیا۔ اس سفر میں آپ ﷺ بہت سامنا فاع لے کر لوٹے۔ واپسی پر میسرہ نے آپ کی برکات سے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔

تین دفعہ اسی سوال وجواب کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اپنے گلے کا کر بھینچا اور کہا۔
 اقراء باسم ربك الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرا
 وربك الاكرم ۝ الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان ما لم
 یعلم ۝ (العلق: ۱-۵)

"پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے
 آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"
 حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آمد:-

اس کے بعد آپ ﷺ کا نپتے ہوئے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ
 عنہا سے فرمایا زملونی۔ زملونی "مجھے چادر دو"۔ جب حالت بہتر ہوئی تو سارا ماجرا سنایا۔ حضرت خدیجہ
 رضی اللہ عنہا نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ گھبرائیے مت آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کے بوجھ
 اٹھاتے ہیں، غریبوں مسکینوں اور یتیموں کے غمخوار ہیں، مہمان نواز ہیں اللہ عزوجل آپ کو کوئی نقصان
 نہیں پہنچائے گا۔

ورقہ بن نوفل کی پیشین گوئی:-

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل
 کے پاس لے گئیں جو تورات وانجیل کے عالم تھے۔ انہوں نے تمام ماجرا سن کر کہا کہ یہ تو وہی ناموس ہے جو
 حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں۔ جب آپ ﷺ کو آپ کی قوم
 آپ کی بستی سے نکال دے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے اس پر تعجب فرمایا تو اس نے کہا جو دعوت آپ ﷺ لے کر
 آئے ہیں جس نے بھی اس کو پیش کیا اس کو اس کی قوم نے نکالا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ورقہ فوت ہو گیا۔

5- ﴿دعوت و تبلیغ اور اس کی مشکلات﴾

خفیہ تبلیغ:- اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کو جب نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ ﷺ
 نے سب سے پہلے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا تو انہوں نے بلا پس پیش اس کو
 قبول کر لیا۔ ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی
 عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ،
 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کافی تعداد میں مردوں اور
 عورتوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ان کو مارا گیا۔ گرم ریت حتیٰ کہ جلتے ہوئے کونکوں پر بھی لٹایا گیا۔ ان کی گردنوں میں رسہ ڈال کر گھسیٹا گیا اور انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ انہیں گھربار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ دوسرے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ مصائب کو برداشت کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے کئی غلام یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، اور ام عیسٰی رضی اللہ عنہا وغیرہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتہائی بھاری قیمت ادا کر کے آزاد کروایا۔ یہی ظلم و ستم غلاموں کے علاوہ آزاد لوگوں پر بھی کیا گیا۔

2۔ رسول کریم ﷺ کو درپیش مشکلات:- جب رسول کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو بتادیں:-

”بے شک تم اور وہ بت جن کی تم اللہ عزوجل کے سوائے پوجا کرتے ہو دوزخ کے اندر ہیں میں ہونگے اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے“۔ (الانبیاء) تو قریش کی مخالفت میں شدت آگئی اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کو کچھ اس طرح سے تکالیف پہنچانا شروع کر دیں۔

i۔ ایک دن کسی جگہ اونٹ ذبح ہوا تھا۔ اس نے عقبہ بن ابی معیط کو بھیج کر اوجھڑی منگوائی۔ آپ ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور سجدے کی حالت میں تھے اس نے اوجھڑی آپ ﷺ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو آکر انہوں نے غلاظت دور کی۔ محدث ابن الجوزی کے مطابق ابو جہل نے ننھی بچی کو زور سے طمانچہ بھی مارا جس سے آپ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔

ii۔ اسی طرح ایک دفعہ بیت اللہ میں نماز پڑھتے ہوئے آپ ﷺ کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر بل ڈالے اور زور سے کھینچا جس سے گردن مبارک پر نشان پڑ گئے۔

iii۔ آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابولہب کی بیوی ام جمیل دن کو جنگل میں جا کر لکڑیاں اور کانٹے جمع کرتی اور رات کو آپ ﷺ کے راستے میں ڈال دینی تاکہ چلنے میں تکلیف ہو۔

iv۔ ابولہب آپ ﷺ کے راستے میں اور مکان کے دروازے پر گندگی اور غلاظت پھینک دیتا۔

v۔ آپ کا مذاق اڑایا گیا، گالیاں دی گئیں۔

vi۔ آپ ﷺ کو نعوذ باللہ مرتد، صابی، بے دین، مجنوں اور شاعر کے القاب سے پکارا گیا۔

vii۔ قریش کے سرداران کی شہ پر بچے آپ ﷺ کو پتھر مارتے اور آپ ابوسفیان کے گھر چلے جاتے وہ باہر آکر بچوں کو ڈرا دھمکا کر بھگا دیتا۔ ابن الجوزی کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ کا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو امن قرار دینا اسی بات کا شکریہ تھا۔

اہل خاندان کو دعوت :- تین سال بعد سورہ الشعراء میں فرمایا :-

2=

وانذر عشیرتک الاقربین (۲۱۴) "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" اس پر آپ ﷺ نے بنی ہاشم کو کھانے پر مدعو کیا۔ کھانا کھانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب کے لئے آخرت کی بہبود لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی بھی شخص اس سے بہتر چیز اپنی قوم کے لئے لایا ہو۔ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں بتلاؤ تم میں سے میرا کون مددگار ہوگا؟ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کا ساتھ دینے کی حامی بھری۔ حالانکہ وہ بالکل بچے تھے۔ ابولہب یہ سن کر غصے سے اٹھا اور تمام لوگوں کو لے کر چلا گیا۔

دعوت عام :- ارشاد ہوا:

3=

"یا ایہا المدثر قم فانذرو ربک فکبر" (المدثر: ۱-۳)
"اے مکلی اوڑھنے والے اپنے رب سے ڈر اور اس کی بڑائی بیان کرو"

پھر ارشاد ہوا:- فاصدع بematؤمر واعرض عن المشرکین (الحجر: ۹۴)

"جو آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے بر ملا بیان کر دیں اور مشرکوں سے کنارہ کش رہیں۔"

اس پر آپ ﷺ نے اہل مکہ کو صفا کی پہاڑی پر جمع کیا اور فرمایا اے قریش! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ آور ہوگا تو کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟ "سب بیک آواز ہو کر بولے" ہاں! یقین کر لیں گے آپ ﷺ صادق اور امین ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "اے لوگو! اللہ عزوجل ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہی عبادت کے لائق ہے۔ بت پرستی اور شرک سے اجتناب کرو۔ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہوں اگر تم لوگ ایمان نہ لائے تو تم پر شدید عذاب ہوگا۔"

یہ سنتے ہی قریش مکہ بگڑ گئے اور ناراض ہو کر لوٹ گئے۔

4- کی تعلیمات :- آغاز نبوت میں آپ ﷺ نے توحید و نبوت، آخرت اور بعد میں عبادات نماز کا حکم دیا۔

مشکلات :-

تبلیغ اسلام کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے ان کو احاطہ تحریر

میں لانا مشکل ہے۔ تاہم چند ایک مشکلات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱- ابتدائی مسلمانوں کو درپیش مشکلات :- رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر جو لوگ

حلقہ اسلام میں داخل ہوئے سرداران قریش اور ان کے حامیوں نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔

viii- جب قریش مکہ نے دیکھا کہ تبلیغ کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے عقبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس نے آکر کہا اے محمد ﷺ بتائیے کیا چاہتے ہو؟ عرب کی سرداری، دولت یا خوب صورت عورت سے شادی، ہم یہ دینے کو تیار ہیں لیکن ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہو۔ جواب میں آپ ﷺ نے سورہ حم السجدہ کی تلاوت کی۔ ولید جب واپس سرداروں کے پاس گیا تو اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ محمد ﷺ کو ان کے حال پر چھوڑ دو اگر تو یہ کامیاب ہو گئے تو ہماری عزت ہوگی اگر ناکام ہو گئے تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ابو جہل وغیرہ نے ناراض ہو کر کہا لگتا ہے اس پر بھی محمد ﷺ کا جادو چل گیا ہے۔

ix- پھر انہوں نے کہا ہم سب تمہارے رب پر ایمان لانے کو تیار ہیں لیکن تو بھی ہمارے بتوں پر ایمان لا۔ اس پر سورہ کافرون نازل ہوئی اور یہ وفد بھی ناکام ہو گیا۔

x- ابو جہل، عقبہ اور شیبہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمہاری بڑی عزت کرتے ہیں۔ لیکن تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہمارے داناؤں کو بے وقوف اور بزرگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور باپ بیٹے، بہن، بھائی، میاں بیوی میں تفرقہ ڈال کر ناقابل برداشت فساد پھیلا رہا ہے۔ اسے روکو۔ تمہاری خاطر ہم نے اب تک اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اگر تم نہیں روکو گے تو ہم مجبور ہو جائیں گے کہ جبراً آپ کرائیں۔

چنانچہ ابوطالب قوم کی شدید مخالفت سے گھبرا گئے اور آپ ﷺ کو بلا کر ساری بات بیان کی اور اپنی کمزوری اور ضعیف کا واسطہ دیا آپ ﷺ نے جواب دیا:

والله لو وضعوا الشمس على يميني والقمر على شمالي ملكنت لادع هذا الامر
"خدا کی قسم اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو میں اس عقیدے سے باز نہیں آؤں گا"

یہ دیکھ کر ابوطالب نے آپ ﷺ سے کہا ٹھیک ہے۔ جو چاہو کرو۔

xi- پھر انہوں نے ابوطالب کو یہ تجویز بھی پیش کی کہ محمد ﷺ کو ہمارے سپرد کرو، ہم انہیں قتل (نعوذ باللہ) کر کے ملک کو فساد سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور اس کے معاوضے میں جس خوب صورت عظیمندگی جو جوان کو چاہو چین لو، ہم وہ تمہیں دے دیں گے۔ اپنا بیٹا بنالو ابوطالب نے کہا یہ تو انصاف نہیں اگر میرے بیٹے کو قتل کرو اور میں تمہارے بیٹے کو ساری عمر کھلاؤں پلاؤں (سیرہ النبوی ﷺ ص ۷۳) اور یوں لالچ و ہوس پونی سفارت مکمل طہر پنا کام ہو گئی۔

xii- جب اسلام قبائل عرب میں تیزی سے پھیلنے لگا تو قریش کو بڑی فکر ہوئی انہوں نے باہمی

مشاورت سے ایک معاہدہ طے کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے:-

1- شادی و بیاہ کے تعلقات نہ رکھیں جائیں۔

2- بات چیت نہ کی جائے۔

3- خرید و فروخت نہ کی جائے۔

اس کو باقاعدہ تحریری صورت میں لکھا گیا اور مزید توثیق کے لئے کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا گیا۔ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ابوطالب کے ساتھ ہو گئے اور بنو نبوی کو ایک وادی یا گھاتی میں لینے پر مجبور ہو گئے جو بعد میں شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس محاصرہ نے اتنا طول کھینچا کہ مسلمانوں درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے چند نیک دل لوگ درپردہ مدد کرتے رہے۔ اس دوران قریش کے باضمیر لوگ جن میں ہشام بن عمرو بن ربیعہ پیش پیش تھے ان کے علاوہ زبیر بن ابی امیہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ دار مطعم بن عدی، زمعہ بن الاسود اور ابوالخثری بن ہاشم نے مل کر اس معاہدہ کو کالعدم قرار دینے پر اتفاق کر لیا۔ دوسرے دن زبیر بن ابی امیہ نے لوگوں سے کہا کہ "اے مکہ والو! ہم مزے سے کھائیں پیئیں اور بنو ہاشم دانہ دانہ کو ترسیں اور جاں بلب ہوں۔ ان کے ساتھ خرید و فروخت تک بند ہو خدا کی قسم میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اس ظالمانہ معاہدہ کو پرزہ پرزہ نہ کر دیا جائے۔

اس موقع پر ابو جہل نے مداخلت کی کوشش کی لیکن کوئی پیش نہ چلی۔ مطعم بن عدی اس معاہدہ کو پھاڑنے کے لئے گئے تو دیکھا کہ سوائے بسمک اللہم کے سب کو دیمک چاٹ چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جناب ابوطالب کو یہ اطلاع پہلے ہی فرما چکے تھے اور یوں یہ ظالمانہ معاہدہ ختم ہو گیا اور بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب واپس مکہ آ گئے۔

xiii- ۱۰ء کو مقاطعہ کے ختم ہونے کے بعد آنحضور اکرم ﷺ کی مونس و غم خوار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ہمدرد و شفیق چچا ابوطالب دونوں ہی وفات پا گئے۔ (ان دونوں غم گساروں کی وفات کی وجہ سے تاریخ اسلام میں اس سال کو "عام الحزن" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے)۔ اس لیے اس سے قریش مکہ کو موقع مل گیا۔ پہلے تو وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زیر احسان ہونے اور جناب ابوطالب کی وجہ سے کھل کر کچھ نہ کہہ سکتے تھے لیکن اب انہوں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔

xiv- جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ مکہ میں اب تبلیغ کا کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تو ۲۰ سوال ۱۰ء نبوی کو آپ ﷺ اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی بنی کہ جناب ابوطالب کی وفات کے بعد ابولہب بنو ہاشم کا سردار بنا اور اعلان کیا کہ آنحضرت ﷺ اپنے اقوال و افعال کے خود ذمہ دار ہیں وہ خود اس سے بری ہے۔ گویا اس نے آپ ﷺ کو اپنی برادری سے خارج کرنے کا اعلان کر دیا۔

طائف میں عبدیالیل و مسعود احد حبیب برسر اقتدار تھے۔ انہوں نے بات سننے کی بجائے یوں کہا:

اک نے کہا: کہ میں کعبہ کے سامنے واڑھی منڈ واڑوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔

دوسرے نے کہا: کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنا لے گا تو نہ ملاجئے چڑھنے کے لئے سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔

تیسرے نے کہا: کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کروں گا کیوں کہ اگر تو خدا کا رسول ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ خطرناک بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کروں اور اگر تو خدا پر چھوٹ پر ہوتا ہے تو مجھے شایان نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔ (قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین) اور پھر انہوں نے راز کے آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیئے جنہوں نے آپ ﷺ کو پھر مارنا شروع کر دیئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ آپ عتبہ و شیبہ کے باغ میں پناہ گزیں ہوئے جنہوں نے عداس کے ہاتھ میوے بھیجے جو آپ کی باتیں سن کر مسلمان ہو گیا۔

اس موقع پر فرشتے نے بھی کہا اے محمد ﷺ اگر فرمائیں تو طائف والوں کو چکل دوں آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ان پر رحم فرما ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد میں کوئی ایسا ہو جو تیری عبادت کرے اور آخر کار آپ ﷺ مطعم بن عدی کی پناہ میں مکہ تشریف لے آئے۔

۳۷۔ جب قریش کی ہر چال نام کام ہو گئی اور مکہ وارد مدینہ میں اسلام کی شعا میں تیزی سے پھیلنے لگیں اور مسلمان مکہ سے مدینہ جانے لگے تو سرداروں نے مل کر دارالاندودہ میں فیصلہ کیا کہ آخری چارہ کار کے طور پر محمد ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے تاکہ ہمیشہ کے لئے یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ جب سب لوگ اس پر رضا مند ہو گئے تو اللہ عز و حل نے رسول اللہ ﷺ کو تمام حقیقت بذریعہ وحی بتا دی اور مکہ چھوڑنے کی اجازت دے دی۔ جبکہ ابن سعد کے مطابق آنحضرت ﷺ کی معمر رشتہ دار خاتون رقیقہ بنت ابی صفیہ بن ہاشم نے جو غائب اپنے شوہر کے خاندان میں اس تجویز سے واقف ہوئی ہوں گی آخر آنحضرت ﷺ کو آگاہ کیا کہ قریش ایک بارگی آپ پر لوٹ پڑنے والے ہیں۔

اور یوں قریش مکہ کی بے انتہا مخالفت کے باعث آپ اپنے قریبی رفیق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ جانے پر مجبور ہو گئے۔

قریش مکہ کی مخالفت کے اسباب

قریش مکہ کی طرف سے داعیان اسلام پر بے انتہا مظالم کے پس منظر میں جو اسباب تھے ان میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

بیت پرستی۔ قریش بت پرستی میں مبتلا تھے جبکہ اسلام بتوں کو باطل قرار دیتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ یہ بت صرف پتھر، جامد، مجبور، اور بے بس ہیں نہ تو یہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان
قریش مکہ اس کو برداشت نہ کر سکے اور دلائل کی بجائے شدت کا راستہ اختیار کر لیا۔

آبائی مذہب کی مدافعت:- قریش مکہ اپنے اباؤ اجداد کی پیروی میں بت پرستی پڑنے ہوئے تھے
اسلام کی بت پرستی کی ابطال کی زد قریش مکہ کے اباؤ اجداد پر پڑتی تھی۔ جن کے خلاف وہ ایک لفظ بھی نہ سنا کرتے
نہیں کرتے تھے۔ لہذا وہ اپنے آبائی مذہب کی مدافعت کیلئے اسلام کی تعلیمات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔
اخلاقی پستی:- قریش مختلف بد اخلاقیوں میں مبتلا تھے جن کی اسلام مخالفت کرتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی
حالت بد لئے کی بجائے اسلام کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

قبائلی تفاخر:- اسلام مساوات کی تعلیم دیتا تھا۔ جبکہ قریش مکہ اپنے آپ کو دیگر قبائل سے افضل تصور
کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے ان کے قبائلی تفاخر و غرور کو ٹھیس پہنچتی تھی۔

عیسائیت سے نفرت:- اسلام اور عیسائیت میں الہامی مذاہب ہونے کے ناطے بہت سی باتیں مشترک تھیں۔
اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول قرار دیتا ہے اور عیسائیوں کو اہل کتاب قرار دیتا تھا اس کے علاوہ 2ھ سے
پہلے تک مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور عیسائیوں کا بھی یہ مقدس مقام تھا۔ قریش خیال
کرتے تھے کہ محمد ﷺ آہستہ آہستہ لوگوں کو عیسائی بنارہے ہیں جبکہ انکو عیسائیت سے اس لئے دشمنی تھی کہ یمن کے
عیسائی حاکم ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کی مذموم کوشش کی تھی۔ لہذا وہ اسلام اور داعیان اسلام کے مخالف ہو گئے۔

قبائلی رقابت:- اسلام کی مخالفت میں شعوری اور لاشعوری قبائلی رقابتوں کا بھی حصہ تھا۔ اکثر قبائل
بنو ہاشم کے مخالف تھے قریش میں بنو امیہ مخالفت میں پیش پیش تھا۔ وہ کسی بھی صورت میں یہ برداشت
نہیں کر سکتا تھا کہ رسالت میں بنو ہاشم سبقت لے جائے۔ اس لئے بنو حنیفہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ بنو
حنیفہ کا جھوٹا نبی قریش کے سچے نبی سے بہتر ہے۔

معیشت کو دھچکا:- قریش مکہ خانہ کعبہ کے متولی اور مجاور ہونے کے ناطے چڑھاوے وصول کرتے
تھے اور حج کے موقع پر تجارت کے سلسلے میں بھی انھیں بہت سامانی فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ ان کے دلوں
میں یہ خوف محسوس ہوا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو معاشی طور پر مفلوک الحال ہو جائیں گے۔ اور
ان کی دینی سیادت ختم ہو جائے گی۔

”اے بادشاہ! ہم جاہل لوگ، بتوں کی پوجا کرتے تھے اور مردار جانور کھاتے تھے۔ غرض کہ ہم نے ہمارے ہمارے کتبے سے ہے۔ ہم ان کے نسب اور سچائی، امانت و عفت کو خوب سمجھتے تھے۔ ایک رسول بھیجا جو ہمارے کتبے سے ہے۔ ہم ان کے نسب اور سچائی، امانت و عفت کو خوب سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے ہمیں اسکی دعوت دی کہ اللہ کو ایک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی کو سہیم و شریک نہ جانیں اور بت پرستی چھوڑ دیں، سچ بولیں، عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور محرمات سے منع فرمایا۔ اور خون بہانے، جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے روکا اور ہمیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا حکم فرمایا۔ ہم نے جب یہ سنا تو اس پر ایمان لے آئے ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا ہم کو ستایا تا کہ ہم ”واحد لا شریک“ کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے آئے۔“

نجاشی یہ سن کر بہت متاثر ہوا اور قریش کے دونوں قاصدوں کو واپس کر دیا اور مسلمان ہو گیا۔ دوسری ہجرت حبشہ: 7 نبوی میں مسلمانوں پر قریش کے مظالم میں شدت پا کر نبی مکرّم ﷺ نے اہل ایمان کو دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اس دفعہ 83 مرد اور 18 عورتوں نے ہجرت کی۔ اس قافلہ میں آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بھی شامل تھے۔ ہجرت حبشہ کے فوائد: ہجرت حبشہ سے مسلمانوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

مذہبی آزادی: مکہ میں مسلمان اپنی عبادت کی بجا آوری آزادانہ طور پر نہ کر سکتے تھے لیکن حبشہ میں انھیں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو گئی۔

ظلم و ستم سے نجات: مکہ میں مسلمانوں کی عزت، آبرو اور جان و مال محفوظ نہ تھی لیکن حبشہ میں وہ راحت و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

اخلاقی کامیابی: حبشہ میں نجاشی بادشاہ کے مسلمانوں کے اس عقیدے کو تسلیم کر لینے سے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں مسلمانوں کو اخلاقی طور پر زبردست کامیابی ملی۔

ہجرت مدینہ کی پیش خیمہ: ہجرت حبشہ کا ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ مسلمانوں کو اس بات کا احساس ہوا کہ وہ مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے کسی اور جگہ ہجرت کر کے پرسکون زندگی گزار سکتے ہیں چنانچہ یہی ہجرت بعد میں ہجرت مدینہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

﴿ہجرت حبشہ﴾

اسباب :- قریش نے مسلمانوں پر عرصہ حیات کر دیا اور ان کے انسانیت سوز مظالم اس انتہا کو پہنچے کہ کسی مسلمان کو بھی امن و سکون کی زندگی نصیب نہ تھی اور قریش سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کفار کے مظالم کے علاوہ اس ہجرت کے مندرجہ ذیل اسباب تھے۔

اہل حبشہ کے ساتھ دوستانہ مراسم :- عربوں کے حبشہ والوں کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ آزادانہ تجارت کی فضا بھی قائم تھی۔ مسلمانوں کو یقین تھا کہ وہ وہاں پر سکون زندگی گزار سکتے ہیں۔
نجاشی کی عدل پروری :- حبشہ کا بادشاہ نجاشی (اصمہ) اپنی نیکی، بردباری، شرافت، اور عدل و انصاف کے حوالے سے بہت شہرت رکھتا تھا اور مسلمانوں کو پختہ یقین تھا کہ انھیں وہاں کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔

﴿واقعات﴾

1۔ پہلی ہجرت حبشہ :- رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے پانچویں سال مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت عنایت فرمائی اور رجب کے مہینے میں 12 مردوں اور 4 عورتوں پر مشتمل قافلہ رات کی تاریکی میں حبشہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس قافلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھیں۔ حبشہ میں مسلمان بڑی پر سکون زندگی بسر کرنے لگے۔

2۔ مسلمانوں کی واپسی :- حبشہ میں پر سکون زندگی بسر کرتے ہوئے مسلمانوں کو تین ماہ گزر گئے۔ اسی دوران ان کو خبر ملی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں تو ماہ شوال میں انھوں نے مکہ واپسی کی راہ لی۔ لیکن جب اتنے قریب آ گئے کہ مکہ ایک دن سے بھی کم فاصلے پر رہ گیا تو حقیقت حال آشکارا ہوئی۔ اس کے بعد کچھ لوگ تو سیدھے حبشہ پلٹ گئے اور کچھ لوگ چھپ چھپا کر یا قریش کے کسی آدمی کی پناہ لیکر مکہ میں داخل ہوئے۔

3۔ قریش کا تعاقب :- قریش کو جب یہ معلوم ہوا کہ مسلمان بڑے پر سکون زندگی بسر کر رہے ہیں تو ان سے یہ برداشت نہ ہو ا عبد اللہ بن ربیعہ کو تحائف دیکر نجاشی کے دربار میں بھیجا تا کہ بادشاہ کو بدظن کر کے مسلمانوں کو وہاں سے نکلوا دیا جائے انھوں نے بادشاہ کو یہ کہہ کر اکسایا کہ ان لوگوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کر لیا ہے چنانچہ بادشاہ نے جواب دینے کیلئے مسلمانوں کو بلایا تب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی :-

عَنْهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى ۝ اِذْ يَغْشَى السَّدْرَةَ مَا يَغْشَى ۝ مَا رَآغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى ۝ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝ (۱۶-۱۷)

”قسم ہے اس تابندہ ستارے کی جب وہ نیچے اترے۔ تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔ اور وہ تو بولتا اپنی خواہش سے نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ انہیں سکھایا ہے زبردست قوت والے نے بڑے دانائے۔ پھر اس نے بلند یوں کو قصد کیا۔ اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی ہے۔ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ ﷺ) نے۔ کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا۔ اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس۔ اس کے پاس ہی جنت المأویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا۔ نہ در ماندہ ہوئی۔ چشم (مصطفیٰ ﷺ) اور نہ (حدادب سے) آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

یہ دونوں مراحل رات کے کچھ حصے میں ہی مکمل ہو گئے۔ اگلے دن جب آپ نے یہ واقعہ کفار مکہ کو بتایا تو انہیں یقین نہ آیا کیونکہ بیت المقدس مکہ سے کم و بیش ایک ماہ کی مسافت پر تھا۔ لوگوں نے مختلف سوالات کیئے جن کے آپ ﷺ نے بالکل درست جوابات دیئے لیکن پھر بھی انہوں نے یقین نہ کیا۔ ابو جہل نے یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے تو بلا شک و شبہ درست ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو صدیق کا لقب دیا۔

﴿ بیعت عقبہ اولی ﴾

نبوت کے گیارہویں سال موسم حج میں یثرب کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اپنی قوم میں جا کر آپ کی رسالت کی تبلیغ کریں گے۔ جس کے نتیجے میں اگلے سال حج کے موسم میں یعنی ذی الحجہ ۱۲ھ نبوی برطابق جولائی 621ء کو بارہ افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر ان باتوں پر بیعت کی:-

1- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

2- چوری نہ کریں گے۔

3- زنا نہ کریں گے۔

4- اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

پڑھا۔ اور سورہ طہ کی آیت: ۱۴

اننى انا الله لا اله الا انا فاعبدنى واقم الصلوة لذكرى (آیت: ۱۴)
ترجمہ ”بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کرو اور میری یاد کے لئے
نماز قائم کرو۔“

پڑھتے ہی آپ کی حالت بدل گئی۔ آنسو رواں ہو گئے، حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر رسول
ﷺ کے پاس جا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے ساتھ خانہ کعبہ میں
اعلانیہ نماز ادا کی اور آخر کار فاروق کا لقب حاصل کی۔

9۔ واقعہ معراج ﴿﴾

۱۲ نبوی میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیر کرائی۔ جنت اور دوزخ کے
نظارے کرائے اور واپسی پر پانچ نمازوں کا تحفہ دیا جن کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہے۔ یہ سفر دو
مرحلے پر مشتمل تھا۔ پہلے مرحلے میں آپ بیت اللہ سے بیت المقدس پہنچے اور وہاں انبیاء کرام کی امامت
کرائی۔ اسے اسراء کہتے ہیں جس کا تذکرہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

سبحن الذی اسرى بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد
الاقصا الذی برکنا حوله لنریه من ایتنا انه هو السميع البصیر۔
”ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں
مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ بابرکت بنا دیا ہے ہم نے اس کے گرز و نواح کو تاکہ ہم
دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں، بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب
کچھ دیکھنے والا“

دوسرے مرحلے میں آپ بیت المقدس سے سدرۃ المنتہی سے آگے تک گئے اور اللہ تعالیٰ
سے ہمکلام ہوئے۔ اسے معراج کہا جاتا ہے۔ اس کا تذکرہ سورہ النجم میں ان الفاظ کیساتھ آیا ہے:

والنجم اذا هوى ۝ ما ضل صاحبکم وما غوى ۝ وما یَنطِق عن
الہوى ۝ ان هویا لا وحی یوحى ۝ علّمہ شدید القوی ۝
نومرۃ فاستوی ۝ وهوی بالافق الاعلی ۝ ثم دنا فتدلی ۝ فکان قاب
قوسین او ادنی ۝ فآوحی الی عبده ما اوحی ۝ ماکذب الفؤاد ما رای ۝
افتنرونہ علی ما یرى ۝ ولقد رآه نزلة اخری ۝ عند سدرۃ المنتہی ۝

مکہ نے ان پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ اور مسلمانوں کا مکہ میں رہنا دو بھر ہو گیا۔ جب ان کی جان و مال اور عزت و آبرو بالکل محفوظ نہ رہی تو رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کی تلقین فرمائی اور بعد ازاں اپنے قریبی ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خود بھی تشریف لے گئے۔ اس تاریخی واقعہ کو اسلام میں ہجرت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسباب: مسلمانوں کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے کئی اسباب تھے جن میں چند ایک حسب ذیل ہیں۔
 1۔ کفار مکہ کا توحید سے انکار: اعلان نبوت سے قبل تمام قریش آنحضرت ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے گن گاتے تھے لیکن جیسے ہی آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی قریش آپ کے خلاف ہو گئے۔ انھوں نے نہ صرف عقیدہ توحید کو ماننے سے انکار کر دیا بلکہ بت پرستی پر بھی اصرار کرنے لگے۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کی رسومات و عبادت کو چھوڑنا اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ جو شخص مسلمان ہو جاتا تو اس پر مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کر دیتے۔ ایسی صورت میں تبلیغ کی ذمہ داری کو پورا کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے طائف کا سفر کیا لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی لہذا دین اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے اب کسی اور مرکز کی تلاش ضروری تھی۔

2۔ قریش کی سیادت کو خطرہ: رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں قریش کو اپنی سرداری و قیادت خطرے میں نظر آتی تھی۔ وہ اپنے زعم باطل میں خود کو خانہ کعبہ کا متولی اور مجاور سمجھتے تھے اور اس وجہ سے قبائل عرب ان کی سرداری و قیادت کا دم بھرتے تھے اور ان کے اطاعت گزار تھے۔ لہذا وہ کسی قیمت پر آنحضرت ﷺ کے وجود کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

3۔ ہجرت حبشہ: کامیاب تجربہ:- ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانوں نے ہجرت حبشہ کا ایک کامیاب تجربہ کیا تھا۔ اس سے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ مکہ سے باہر جا کر وہ نہ صرف امن و سکون کی زندگی بسر کر سکتے ہیں بلکہ آزادی سے اپنے مذہبی فرائض بھی ادا کر سکتے ہیں۔ گویا ہم ہجرت حبشہ کو ہجرت مدینہ کی تیاری کا نام دے سکتے ہیں۔

4۔ اہل مدینہ کا اشتیاق: اسلام کی پر نور شعاعیں پہلے ہی مدینہ میں پہنچ چکی تھی۔ وہاں لوگ گروہ در گروہ حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کا اشتیاق تھا کہ آنحضور اکرم ﷺ ان کے پاس چلے آئیں۔ انھوں نے آپ ﷺ کی حفاظت کی بھی ذمہ داری اٹھائی۔ یوں رسول اللہ ﷺ نے اسلامی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مدینہ کی فضا کو سازگار محسوس کرتے ہوئے مدینہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔

5۔ مدینہ کا محل وقوع: مدینہ مکہ اور شام کے درمیان اونچی جگہ پر واقع ہے۔ سب سے اہم

7- ﴿ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ﴾

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ۶ نبوی میں اسلام قبول کیا۔ ان کے قبول اسلام کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کوہ صفا پر تشریف فرما تھے کہ ابو جہل وہاں آگلا اس نے نہ صرف آپ ﷺ کو نازیبا کلمات کہے بلکہ آپ کے سر پر پتھر بھی دے مارا جس سے آپ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (آپ کے چچا) شکار پر گئے ہوئے تھے واپسی پر ان کی لوٹری نے ان کو تمام واقعہ سنا دیا۔ آپ فوراً ابو جہل کی پاس گئے اور اتنی زور سے اس کے سر پر کمان ماری کہ اس کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ انہیں فرمایا کہ مجھے خوشی آپ کے اسلام قبول کرنے پر ہوگی۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں آپ ﷺ کی نصرت و حمایت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں رکھوں گا اور آخری دم تک اس عہد کو نبھایا۔

8- ﴿ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ﴾

ظلم و طغیان کے سیاہ بادلوں کی اسی گھمبیر فضا میں ایک اور برق تاباں کا جلوہ نمودار ہوا جس کی چمک پہلے سے زیادہ خیرہ کن تھی یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ ۶ نبوی کا ہے۔ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے صرف تین دن بعد مسلمان ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے سلام لانے کی دعا کی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

"اللهم اعز الاسلام باحب الرجلين اليك بعمر بن الخطاب او بابي جهل بن هشام" ترجمہ "اے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل بن هشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے سے اسلام کو قوت دے۔"

اللہ نے یہ دعا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی۔

ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ وہ ایک دن تلوار لیکر گھر سے نکلے تاکہ نعوذ باللہ محمد ﷺ کو قتل کر دیں۔ راستے میں حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ سے ملاقات ہوئی جنہوں نے بتایا کہ انکی بہن اور بہنوئی (فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ) نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اسی غصے کی حالت میں بہن کے گھر گئے اور بہنوئی اور بہن دونوں کو خوب مارا لیکن جب انہوں نے کہا کہ ہم کسی بھی صورت میں اسلام نہیں چھوڑیں گے تو وہ کچھ متاثر ہوئے اور بہن سے قرآن کا نسخہ منگوا کر

بات یہ تھی کہ وہ ایک تجارتی شاہراہ تھی۔ قریش مکہ کے قافلے مدینہ کے قریب سے گزرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے محسوس کیا کہ اگر مدینہ میں اہم مقام حاصل ہو گیا تو قریش کو مخالفت کا موقع نہ مل سکے گا۔ اور مرکز میں رہ کر تبلیغ میں آسانی ہوگی۔ ایک بات یہ تھی کہ مدینہ کی دفاعی حیثیت بہت بہتر تھی۔ اس کے تین اطراف میں پہاڑ تھے۔ جب کہ صرف ایک حصہ کھلا تھا۔ بیرونی حملہ کی صورت میں صرف ایک طرف سے دفاع کرنا پڑتا۔ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے آپ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

6۔ اذن الہی :- ہجرت مدینہ کا سب سے بڑا سبب اللہ عز و جل کا مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دینا بھی بنا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بھی ہجرت کی اجازت دی اور خود بھی تشریف لے گئے۔

5۔ بہتان طرازی سے دور رہیں گے۔

یہ بیعت عقبہ کے مقام پر ہوئی اس لئے اسے بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر بھیجا جن کی تبلیغ سے مدینہ کے مکرمین میں اسلام کی کرنیں پھیلنے لگیں۔

﴿بیعت عقبہ ثانیہ﴾

۱۳؎ نبوی بن مطابق جون 622ء کو تہتر (73) مرد اور دو عورتوں کا قافلہ حج کے موقع پر مکہ آیا اور عقبہ کے مقام پر آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی۔

- 1۔ ہر حال میں بات سنو گے اور مانو گے۔
 - 2۔ تنگی اور خوشحالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔
 - 3۔ بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔
 - 4۔ اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہو گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے۔
 - 5۔ اور جب میں تمہارے پاس آ جاؤں گا تو میری مدد کرو گے اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے اور تمہارے لئے جنت ہے۔
- اس کے ساتھ ہی انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے شہر آنے کی دعوت دی۔ اس بیعت کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے بارہ نقیب مقرر فرمائے جن میں سے 9 خزرج اور تین اوس سے تعلق رکھتے تھے۔

10۔ ﴿ہجرت مدینہ﴾

ہجرت کا معنی مفہوم: لغت میں ہجرت کے معنی ہیں کسی چیز کو چھوڑنا۔ محاورات میں ہجرت کا لفظ ترک وطن کیلئے بولا جاتا ہے۔ اصطلاح شریعت میں دار الکفر کو چھوڑ کر دار السلام میں چلے جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ کسی وطن کو دینی وجوہ کی بنا پر چھوڑ دینا ہجرت میں داخل ہے۔

ویبسٹر نیو انسائیکلو پیڈک ڈکشنری:-

To move from one place of residence to another; changing one geographic area to another.

پس منظر: مکہ معظمہ میں اعلانیہ تبلیغ کے باعث مکہ کے لوگ مشرف بہ اسلام ہونے لگے جس سے قریش

باب نمبر 1

تعارف قرآن

قرآن کا مفہوم:

قرآن عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی بہت پڑھی جانے والی اور جمع شدہ کتاب کے ہیں۔ قرآن کا مادہ ”قرء“ ہے جس کے معنی پڑھنا اور جمع کرنا کے ہیں۔ قرآن حکیم وہ عظیم کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر نبی حضرت محمد ﷺ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نازل فرمائی۔ اس کا زمانہ نزول تقریباً 23 سال ہے جس میں سے 13 سال کی زندگی کے اور 10 سال مدنی زندگی کے ہیں۔

ہر جاندار مخلوق میں یہ فطری طور پر داخل ہے کہ وہ بغیر سیکھے کچھ کام کرتا ہے ایسے علم کو علم فطرت کہتے ہیں لیکن انسانوں کے لئے علم فطرت کے علاوہ ہدایت و رشد کا ذریعہ وحی الہی ہے۔ لغت میں وحی کے معنی تیزی سے اشارہ کرنا، چپکے چپکے بات کرنا، دل میں ڈالنا اور پیغام دینا وغیرہ کے ہیں۔ لیکن اصطلاح شریعت میں وحی سے مراد خاص نبی طریقہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کسی نبی تک کوئی پیغام یا بات پہنچاتا ہے۔ لفظ وحی قرآن مجید میں گیارہ مختلف مقامات پر اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو زبان اور کان کی مدد کے بغیر کسی تک پہنچا ہو۔ ایسے پیغام کو وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ . (النحل ۶۸)

ترجمہ: ”تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔“

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ (القصص: ۷)

ترجمہ: ”اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں بات ڈال دی کہ وہ اس کو دودھ پلائے۔“

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ . (النساء: ۱۶۳)

ترجمہ: ”اے محمد ﷺ ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی کی جس طرح ہم نے نوح علیہ

السلام اور دوسرے نبیوں کی طرف جو ان کے بعد ہوئے بھیجی۔“

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور

یعقوب علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام

کی طرف وحی کی اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو زبور دی تھی ان تمام انبیاء کرام پر مراد کلام الہی کی وحی

ہے جس کے مخاطب انبیاء کرام ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر وحی ہوئی۔

Meaning of Verse

آیت کے معنی:

آیت کے معنی نشانی، علامت اور معجزہ کے ہیں۔ آیت کی جمع آیات ہے۔ عام مفہوم میں